Journal of Sociology & Cultural Research Review (JSCRR)
Available Online: https://jscrr.edu.com.pk
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

THE STYLE OF NARRATING THE GHAZWAT (BATTLES) OF THE PROPHET MUHAMMAD (ﷺ) IN *TAFSIR SIRAJ-UL-BAYAN* BY HANIF NADVI (رحمۃ اللہ علیہ)

تفسیر سراج البیان از حنیف ندویؒ میں غزواتِ مصطفیٰ ﷺ کا اسلوبِ بیان

Nokhaiz
M. Phil Islamic Studies, Government College University Faisalabad, Pakistan
nokhaizzafar786@gmail.com
Dr. Mahmood Ahmad (Corresponding Author)
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College University Faisalabad, Pakistan
mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk

Abstract
This research paper analyzes the unique exegetical style of Maulana Muhammad Hanif Nadwi (1908–1986) in presenting the battles (Ghazawāt) of Prophet Muhammad ﷺ in his renowned Tafseer Siraj al-Bayan. *Nadwi, a distinguished scholar, philosopher, and Qur'anic commentator, devoted his life to Islamic scholarship and the dissemination of Qur'anic teachings. The study explores how Nadwi combines historical narrative, Qur'anic exegesis, and literary eloquence to portray the Prophet's military expeditions as manifestations of divine guidance, moral strength, and strategic wisdom. Through a descriptive and analytical method, this paper highlights Nadwi's approach in discussing major events such as the Battles of Badr, Uhud, Ahzab, Hudaybiyyah, and the Conquest of Makkah. The findings reveal that Nadwi's style not only elucidates the historical and theological aspects of these events but also integrates spiritual lessons for contemporary Muslim societies.*

Keywords: *Tafseer Siraj al-Bayan, Ghazawāt, Maulana Hanif Nadwi, Qur'anic Exegesis, Prophetic Biography*

مولانا محمد حنیف ندویؒ (۱۰ جون ۱۹۰۸ء۔ ۱۲ جولائی ۱۹۸۶ء) کا شمار بیسویں صدی کی ایسی قابل فخر اور مخلصین شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے شب و روز اسلام کی اشاعت اور قرآنی تعلیمات کے فہم و ادراک میں صرف کیے ۔ آپ پاکستان سے تعلق رکھنے والے عالمِ دین تھے، آپ اسلام کے نامور عالم دین، محقق، مفسر قرآن، فلسفی اور مترجم ہیں۔ آپ کی شخصیت علمی حلقے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دینی علوم کی تحصیل و تصنیف میں صرف کر دی۔ آپ نے قرآن، حدیث، فقہ، سیرت نبوی ﷺ، فلسفہ،

منطق، تصوف کے بارے میں افکار سپرد قرطاس کیے ۔ مولانا اپنی ذات میں ہمہ گیر پہلو رکھتے تھے۔ آپ نے نہ صرف اپنے تحریروں بلکہ اپنی تقریروں کے ذریعے بھی دینی افکار کو عوام الناس تک پہنچایا ۔ آپ اردو ادب کے رمز شناس تھے۔ جس کی چاشنی آپ کی کتابت اور خطابت دونوں میں پائی جاتی ہے۔

مولانا محمد حنیف ندویؒ نے مختلف موضوعات پر بہت کچھ لکھا ہے مگر یہ لکھنا سرکاری عہدوں میں ترقی کے لیے نہ تھا بلکہ محض علم کی خدمت کے طور پر تھا۔ آپ مخزن العلوم ہیں۔ آپ کی ہر تصنیف علم وحکمت اور ادب وانشاء کا اعلی نمونہ ہے۔ آپ کی تحریروں میں دلائل اور ربط کا زور نظر آتا ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ کی شخصیت انسانوں کے لیے کامل نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بے شمار شمائل سے نوازا ۔ شمائل کا تعلق ہی حضور ﷺ کی شخصیت مبارکہ کے ظاہری حسن سے ہے۔ یہ فطری امر ہے کہ کسی حسین کے حسنِ دلپذیر کا تذکرہ کیا جائے تو دل بے اختیار اس کی طرف کھچے چلے آتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں والہانہ پن ہی ایمان کا حقیقی کمال اور اطاعت اور اتباع کی صحیح بنیاد ہے۔

مولانا محمد حنیف ندویؒ کو قرآنیات سے خصوصی شغف تھا۔ اُنہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تفسیرِ قرآن میں تخصص کیا تھا۔ اس کے فوراً بعد آپ لاہور کی مسجد مبارک سے منسلک ہو کر قرآن کے درس میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے قرآن حکیم کی تفہیم کو مقصد حیات بنایا اور لوگوں کی اخلاق وروحانی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تفسیر "سراج البیان" کے ذریعے ایسے تفسیری نکات پیش کیے جو عوام الناس کے لیے معاون ثابت ہوئے۔ تفسیر "سراج البیان" ایک جامع اور مکمل تفسیر ہے۔ تفسیر سراج البیان کے ابتدائی پندرہ پارے ڈیڑھ سال کے عرصے میں مکمل ہو چکے تھے اس کے بعد ملک سراج الدین (ناشر کتب) نے باقی پندرہ پاروں کی تکمیل کے لیے محمد حنیف ندویؒ کو سری نگر کے قریب ایک صحت افزاء مقام پر بھیج دیا ۔ زیر نظر مقالہ میں ان کی تفسیر میں شمائل واخلاقِ مصطفیٰ ﷺ کا اسلوبِ بیان زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ اسوہ حسنہ اور کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع انفرادی اور اجتماعی امور کی اصلاح کا بہترین راستہ ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک اہم ترین حصہ دشمنانِ اسلام، کفار ومشرکین، یہود ونصاری اور منافقین سے معرکہ آرائی میں گزرا۔

آپ ﷺ نے جن جنگوں میں بذات خود حصہ لیا ان کو سیرت کی زبان میں غزوات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے[1]۔ ان کے علاوہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں چند لشکر بھی روانہ کیے وہ سرایا کہلاتے ہیں۔

غزوات وسرایا کا سلسلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اپنی ایک جماعت بنانے میں کامیاب ہو گے۔ مکہ میں مسلمان اکیلے تھے ان کی کوئی مضبوط جماعت نہ تھی جبکہ مدینہ میں مسلمانوں کو جماعت بنانے اور تنظیم کرنے کا موقع ملا۔ یہاں مسلمان نہ صرف خود متحد ہوئے بلکہ انہوں نے دیگر اقوام اور قبائل کو اپنے ساتھ متحد کرنے کی کوشش کی مکہ میں اگر کسی مسلمان پر ظلم ہوتا تھا تو اس کا بدلہ لینے والا کوئی نہ تھا۔ اسے طرح طرح کے تکالیف سہنی پڑتی جبکہ مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کو ایک ریاست مل گئی وہ ریاست تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ تو اللہ تعالی نے اپنا قانون نازل فرمایا اور ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دے دی جن پر ظلم ہوا تھا۔ اس طرح مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کو نہ صرف دفاع کرنے کی بلکہ اقدامی کاروائی کرنے کی بھی اجازت مل گئی۔

اس فصل میں تفسیر "سراج البیان" کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی چند ان جنگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں بذات خود آپ ﷺ نے شرکت فرمائی۔

غزوہ بدر:

غزوہ بدر وہ غزوہ ہے جس کا تاریخ اسلام میں بہت نام ہے اسی وجہ سے بھی کہ یہ اسلام کا پہلا غزوہ تھا۔ یہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان پہلا فیصلہ کن معرکہ بنا جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ [2]

"جیسے کہ تجھے اے محمد ﷺ تیرے رب نے سچائی کے ساتھ تیرے گھر سے نکالا
اور مسلمانوں کی ایک جماعت راضی نہ تھی"

محمد حنیف ندویؒ بیان کرتے کہ 2 ہجری میں مسلمانوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ مکہ والوں کی شرارتوں کا قطعی سدباب کر دیا جائے یہ تقریبا 300 میل کی دوری کے باوجود مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیتے تھے اکثر دھمکیاں دیتے، کہ ہم یثرب پہنچ کر تمہیں مزہ چکھائیں گے ۔ ربیع الاول 2 ہجری میں ایک شخص کرز بن جابر الفہری مدینہ پہنچا اور اونٹ لوٹ کر لے گیا۔ حضور ﷺ نے فیصلہ کر لیا کہ مدینے سے باہر نکل کر فیصلہ کن جنگ ہو جائے تاکہ کفر کو آئندہ ایمان کے خلاف جرات نہ رہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام اجمعین رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا سب نے رضامندی کا اظہار کیا یہ ایک جماعت ایسی تھی جسے باہر نکل کر کامیابی کا بھروسہ نہ تھا وہ کہتے تھے ہم اچھی طرح تیار نہیں ہیں پہلے سے علم ہو تا تو تیاری کر لیتے مگر حضور ﷺ کا فیصلہ قطعی تھا اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ احقاق حق ہو جائے اور کفر کے سارے ارمان نکل جائیں۔ [3]

مقام بدر: بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے مدینہ سے صرف 80 میل کے فاصلے پر واقع ہے جاہلیت کے زمانے میں بدر بن قیس یا امام ابن کثیر کے مطابق بدر ابن نارین نامی ایک آدمی نے اس مقام پر کنواں کھودا تھا کنواں کا نام اس شخص کے نام سے مشہور ہو گیا اسی مناسبت سے اس جگہ کا نام بھی بدر پڑ گیا۔ [4]

غزوہ بدر کی وجہ تسمیہ: غزوہ بدر کا ایک سبب ابوسفیان کا قافلہ تھا۔ جس کا سارا منافع مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے والا تھا مسلمان بھی ان حالات میں اپنے دفاع اور کفار پر ضرب لگانے کے لیے اقدامی کاروائی کے منصوبے بناتے رہے تھے۔ مکہ کے تاجر پیشہ لوگ سردی کے موسم میں یمن اور گرمیوں میں شام و فلسطین میں تجارت کرتے تھے مشرکین نے 50 ہزار کے سامان کے ساتھ ایک قافلہ شام کی طرف روانہ کیا[5]۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ [6]

"اور جب اللہ تمہیں دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ دیتا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ
لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ وہ جماعت تمہیں ملے جس میں کانٹا نہ لگے اور اللہ کا
ارادہ تھا کہ حق کو اپنے کلاموں سے سچا کرے اور کفار کی جڑ کاٹ ڈالے"

مفسر بیان کرتے کہ ایک قافلہ ابوسفیان کا جارہا تھا جس کے تعاقب میں مسلمان نکلے مگر کفار مکہ کا لشکر جرار مقابلے کے لئے آرہا تھا اللہ یہ چاہتے تھے کہ تمہاری مڈ بھیڑ لشکر سے ہو تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ایمان میں کتنی قوت ہے اور تم چاہتے تھے کہ قافلہ ہاتھ آجائے تاکہ ہم آسانی سے مال غنیمت کے حقدار بن جائیں اس لئے وہی ہوا جو خدا کا منشاء تھا۔ [7]

تعداد فوج و آلات: مفسر محمد حنیف ندویؒ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بدر میں 313 قدوسی لے کر پہنچے تو کفار ایک ہزار کی تعداد میں تھے مسلمان نہایت سرو سامانی میں تھے ساری فوج میں دو گھوڑے اور سات اونٹ تھے۔ [8]

کفار کے پاس ہے ہر چیز وافر مقدار میں موجود تھی ان کے پاس ایک سو زبردست گھوڑے ماہر سوار، ہر سپاہی کے پاس دو اونٹ اور سامان خورد و نوش فراوانی تھی وہ سامان ضرب و حرب سے لیس جب کہ مسلمان اُن کے مقابلے میں کمزور تھے۔ [9]

میدان بدر اور لڑائی:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا [10]

"جب تم میدان کے ورلے کنارے پر اور قریش پرلے کنارے پر تھے اور قافلے کے سوار تم سے نیچے دریا کی طرف اتر گئے تھے اور اگر تم آپس میں کچھ وعدہ کر لیتے تو تمہیں وعدہ خلاف ہونا پڑتا لیکن خدا کو مقررہ کام کرنا تھا"

محمد حنیف ندوی ؒ بیان کرتے کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری کفار مکہ کے باقاعدہ لشکر سے مڈبھیڑ کرادی ورنہ اگر ٹکر کے گھروں سے نکلتے تو شاید وقت پر دونوں نہ پہنچ سکتے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا انتظام فرمادیا کہ مسلمان جو ابو سفیان کے قافلہ کے لئے گھروں سے نکلے تھے ایک ہزار کے لشکر سے بھڑ گئے اور وہ جو قافلہ کی حفاظت کے لئے آئے تھے مسلمانوں سے دوچار ہوگئے اس طریق سے گھمسان کی لڑائی ہوئی مدینے کہ ادھر مسلمان تھے اور دوسری جانب مکہ والے قافلہ بچ کر نکل گیا لڑائی حیرت انگیز طریق سے ہوئی مسلمان غالب آگئے اور مخالفین کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام کے پاس روحانی قوتیں بھی ہیں۔ ورنہ اس قلیل جماعت کا یوں آسانی سے کامیاب ہو جانا محال تھا جب کہ مکہ والے پوری تیاری کر کے آئے تھے۔ [11]

جب قافلہ ابو سفیان کا بچ کر نکل گیا تو لوگوں نے ابو جہل سے کہا اب لوٹ چلیں کیونکہ ہم صرف قافلہ کی حفاظت کے لئے جمع ہو کر آئے تھے۔ ابو جہل نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم بدر تک جائیں گے اور شان و شکوہ کا اظہار کرتے ہوئے بادہ انگور کے دور چلیں گے اونٹ ذبح ہوں گے، عورتیں گائیں گی اور عرب ہماری کامرانی سے آگاہ ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا تم ضرور لڑو میں بنو کنانہ کی طرف سے ذمہ دار ہوں وہ تم سے تعرض نہیں کریں گے قریش اور بنو کنانہ میں باہمی عداوت تھی جب مکہ والے میدان میں نکلے اور مسلمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو یہ بھاگ کھڑا ہوا لوگوں نے کہا بھاگ رہا ہے سراقہ نے جواباً کہا تمہیں کیا معلوم بات کیا ہے فرشتے مسلمانوں کی اعانت میں آسمان سے نازل ہو رہے ہیں مجھے وہ کچھ نظر آرہا ہے جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ [12]

رسول اللہ ﷺ کی دعا: مفسر لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دعا کی کہ اللہ اگر یہ مخلصین کی چھوٹی سی جماعت کٹ گئی تو پھر تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک کون پھیلائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو خلعت قبولیت بخشا۔ [13]

میدان بدر میں نصرتِ الٰہی کی مختلف صورتیں:

میدان بدر میں اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کی مدد فرمائی جیسا کہ ارشاد ہے:

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ [14]

"جب تجھے اے محمد ﷺ اللہ نے تیری خواب میں انہیں تھوڑا دکھلایا اور اگر وہ تجھے ان کی کثرت دکھلاتا تو تم مسلمان نامردی کرتے میں کام میں جھگڑا ڈالتے لیکن اللہ نے تمہیں نامردی سے بچالیا وہ دلوں کا حال جانتا ہے"

مولانا حنیف ندویؒ لکھتے کہ حضور ﷺ کو رؤیا میں دکھایا گیا کہ کفار نہایت قلیل تعداد میں ہیں یا منام سے مراد آنکھ ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فی اعینکم کا لفظ موجود ہے بہر حال غرض یہ ہے کہ وہ تمہاری نگاہوں میں کم نظر آئے تاکہ تمہاری ہمتیں پست نہ ہو جائیں یہ بھی نصرت الٰہی کی ایک مخصوص صورت ہے۔[15]

فرشتوں کی تائید:

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا[16]

"جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم مدد کو چلو میں بھی
تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو مضبوط کرو"

مفسر بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تائید کے لئے ایک ہزار فرشتے نازل فرمائے۔ فرشتے اللہ کا حکم پا کر کفر کو مرعوب کرتے رہے اور اس کا اثر آج تک مسلمان محسوس کرتے ہیں وہ ہزار کمزور ہے کفر کے خلاف پوری طرح جانباز ہے گو وہ تمام قوموں سے پیچھے ہے، گر رعب اب تک قائم ہے۔[17]

غلبہ نیند اور بارش:

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً[18]

"جب اس نے تم پر اونگھ ڈالی جو اس کی طرف سے تم پر پیغام امن تھی اور
آسمان سے پانی برسایا"

مفسر بیان کرتے کہ عین میدان جنگ میں نیند یہ اللہ کی خاص نعمت تھی اس سے مسلمان تازہ دم ہو گئے نیز کفار کے لئے یہ امر نہایت مرعوب کن ہے کہ مسلمان مصاف جنگ میں بے خطر ہو کر سو جاتے ہیں۔ پانی کا برس جانا بھی خاص عنایت تھی طبیعتیں شگفتہ ہو گئیں ضروریات کو پورا کر لیا گیا اور دل میں کسی طرح کا میل باقی نہ رہا۔[19]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس دن بدر کا واقعہ برپا ہوا اس دن کوئی صحابی ایسا نہ تھا جو سویا نہ ہو اللہ تعالی نے سب پر نیند طاری کر دی وہ خوب سوئے اور صرف حضور ﷺ ساری رات جاگتے رہے، نماز پڑھتے رہے اور مناجات اور دعائیں کرتے رہے۔[20]

غزوہ بدر کے موقع پر کفار پہلے میدان میں پہنچے تھے انہوں نے پہلے نشیبی اور پانی والے حصے پر قبضہ کر لیا مسلمانوں کے حصہ میں ریتلا حصہ آیا جہاں پاؤں دھنستے تھے سواریوں کا چلنا دشوار تھا۔ اس دوران مجاہدین کو غسل کی ضرورت پڑھ گئی مگر پانی نہ تھا شیطان نے وسوسے ڈالنے شروع کر دیے اللہ تعالیٰ نے باران رحمت برسائی جس کے سبب مسلمانوں کی ضرورت پوری ہو گئی اور انہوں نے پانی ذخیرہ بھی کر لیا۔ ان کے مقام کی ریت جم کر سخت ہو گئی نقل و حرکت آسان ہو گئی جبکہ کافروں کے علاقہ میں پانی کی وجہ سے دلدل پیدا ہو گئی ان کے لیے نقل و حرکت مشکل ہو گئی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مسلمانوں کی خاص مدد فرمائی۔[21]

کفار کی بینائی ختم ہونا:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۪ وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[22]

"بس تم نے انہیں نہیں مارا۔ لیکن اللہ نے مارا اور تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی
تھی، جب پھینکی تھی مگر اللہ نے پھینکی تھی"

مفسر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو مٹی شاہت الوجوہ کہہ کر پھینکی اور مخالفین کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ یہ آپ ﷺ کے لیے اللہ کا فضل اور ایک معجزہ تھا۔[23]

بدر کے قیدی:

جب بدر میں ستر آدمی قید ہو کر آئے جو نہایت مفسد اور شریر تھے تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام اجمعین رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ انہیں کیا کیا جائے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور جان بخشی کی جائے شاید انہیں رجوع کی توفیق مرحمت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی انہیں جان سے مار دیا جائے کیونکہ مفسد ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کی طرح ہے دونوں نے مغفرت کی طلب کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا " فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک غفور رحیم"۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن یوں فرمائیں گے " ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم"۔اور عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نوح علیہ السلام کا سا مطالبہ کیا ہے" رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا "۔اور بالآخر حضور ﷺ کا جذبہ رحم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام اجمعین رضی اللہ عنہم کے ساتھ متحد ہو گیا جو فدیہ کی رائے دیتے تھے۔[24]

نتائج:

غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی مفسر محمد حنیف ندویؒ لکھتے ہیں کہ مکہ والے جب گھروں سے جنگ کے لئے نکلے تو یہ کہتے ہوئے نکلے اللہ ہم میں سے جو ہدایت پر ہے اس کی نصرت فرمائیو اب بدر کی فتح نے یقین دلا دیا کہ مسلمان حق پر تھے، کیونکہ باوجود قلت تعداد کے اور بے سروسامانی کے یہ حیرت انگیز کامیابی بجز صداقت و تائید ربانی کے کیوں کر ممکن ہے۔[25]

غزوہ احد:

احد کفار کے ساتھ لڑی جانے والی دوسری بڑی جنگ ہے اس سے پہلے بدر کے مقام پر مشرکین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ قریش کے لیے یہ شکست بڑی شرمناک تھی ان کے بڑے بڑے سردار اس غزوہ میں قتل ہو گئے لہذا انہوں نے اپنی شکست کو اپنے تہذیب اور روایت کے خلاف سمجھا۔ یہ لوگ مسلمانوں سے بدلہ لینے پر تلے ہوئے تھے اس کے لیے جتنے اسباب ممکن ہو سکے تھے انہوں نے ان سب کو استعمال کیا ابو سفیان کے قافلے کا منافع توروک لیا گیا اور قیدیوں کا فدیہ بھی جلد ادانہ کیا گیا تاکہ اہل قریش کا جوش جذبہ ٹھنڈا نہ پڑ جائے پس بدر کے ایک سال بعد احد کی لڑائی ہوئی۔

غزوہ احد کا سبب: رمضان دو ہجری میں بدر کی لڑائی ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی قریش مکہ کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا وہ اپنے شکست پر بہت پریشان ہوتے ان کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی ابوسفیان کے قافلے کا سارا منافع مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے وقف کر دیا گیا کیونکہ کہ بدر کی لڑائی اس قافلے کے سبب رونما ہوئی دوسری وجہ اہل کفار کے بڑے بڑے سردار اس جنگ میں مارے گئے تھے کسی کا باپ اور کسی کا بیٹا سب غیظ وغضب سے بھرے ہوئے تھے لہذا وہ پوری تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ اور ہوئے۔[26]

یہ لشکر غیظ وغضب سے بھرپور مدینہ کے اطراف میں پہنچا اور جبل عینین اور احد کے قریب وادی قناۃ کے دامن میں ایک کھلے میدان کے اندر ڈیرہ ڈال دیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور شوال کی تین ہجری۔[27]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ اور روانگی لشکر:

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ[28]

"جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدل ہونا چاہا حالانکہ اللہ ان کا مدد گار تھا اور
چاہیے کہ مومن خدا ہی پر بھروسہ کریں اور خدا بدر کی لڑائی میں جب تم ذلیل
تھے تمہاری مدد کر چکا ہے تو اللہ سے ڈرو شاید کہ تم شکر گزار ہو"

ان آیات میں غزوہ احد کا ذکر ہے محمد حنیف ندوی ؒ نے ان آیات کے تحت غزوہ احد کو بیان کیا ہے:

مفسر بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے بعد مقام احد پر کفار جمع ہوئے مقصود یہ تھا کہ بدر کا انتقام لیا جائے حضور ﷺ کو اطلاع ملی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول کو خصوصیت سے بلایا اس نے مشورہ دیا کہ آپ ﷺ مدینہ ہی میں رہ کر مدافعت کریں اس لیے کہ ہم جب بھی مدینہ سے باہر رہ کر لڑے ہیں ہمارا نقصان ہوا ہے مقصد یہ تھا کہ مخالف آسانی سے مدینہ پر قبضہ کر لیں یہ ایک چال تھی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہم چاہتے ہیں کہ میدان میں نکل کر جام شہادت پییں ایسا نہ ہو کہ مخالف ہمیں بزدل سمجھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زور دیا کہ آپ ﷺ باہر نکل کر لڑیں انہیں شوق شہادت نے بے قرار کر رکھا تھا حضور ﷺ اندر گئے اور مسلح ہو کر باہر نکلے اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پچھتائے کہ کہیں ہم نے حضور ﷺ کے ارادے کے خلاف تو انہیں مجبور نہیں کیا کہنے لگے کہ حضور ﷺ کی جو خواہش ہو وہ بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا خدا کا بہادر پیغمبر جب ایک دفعہ مسلح ہو جائے تو ہتھیار نہیں اتارتا اس کے بعد حضور ﷺ نے کوچ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ ساتھ چلے[29]۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ[30]

"اور جب تو صبح اپنے گھر سے نکلا"

جمعہ کا دن شوال کی 12 یا 13 تاریخ تھی[31]۔ حضور ﷺ جمعہ کی نماز مدینہ منورہ میں ادا کرنے کے بعد احد کی طرف روانہ ہوئے آپ ﷺ کے ساتھ ایک ہزار کا لشکر تھا اس میں 300 آدمی راستے ہی سے واپس چلے گئے۔ چنانچہ باقی 700 افراد لے کر آپ ﷺ میدان احد میں پہنچے۔[32]

جنگی حکمت عملی: حضور ﷺ نے میدان احد پہنچ کر مجاہدین کے ٹھکانے مقرر کیے جیسے ارشاد ہے:

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ[33]

"اور مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر بٹھلانے لگا"

مفسر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ میدان احد پہنچے صفیں درست کیں۔ ایک ایک سپاہی کی جگہ مقرر کی۔ عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر اندازوں کا امیر مقرر کیا اور فرمایا اس ورے پر مضبوطی سے کھڑے رہنا۔[34]

جب آپ نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر کیا تو ان کو حکم دیا کہ وہ خوب ہوشیار رہیں کہیں دشمن پشت سے حملہ نہ کر دے اگر ایسی صورت پیش آ جائے تو ان پر تیروں کی بارش کر دینا اور اپنی جگہ کو ہر حال میں نہ چھوڑیں۔[35]

حضور ﷺ کا خواب: مفسر محمد حنیف ندویؒ بیان کرتے ہیں کہ غزہ احد میں حضور ﷺ نے ایک خواب دیکھا اس کی تعبیر بھی آپ ﷺ نے بیان فرمائی: حضور ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے گائے ذبح کی جا رہی ہے اس سے میں نے نیک فال اخذ کی ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ میری تلوار آگے سے ٹوٹ گئی ہے اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ قدرے شکست ہو گی۔[36]

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ تلوار میں دندانے پڑنے کی تفسیر میں حضور ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت کا ایک شخص شہید ہو گا چناچہ سید الشھد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اس خواب کی تعبیر بنے۔ خواب کا تیسرا جزء حضور ﷺ نے یہ ذکر کیا کہ میں نے ایک محفوظ مقام پر ذرہ میں ہاتھ ڈالا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد مدینہ منورہ ہے۔[37]

JSCRR

غزوہ احد کے واقعات: غزوہ احد کے شروع میں کفار کی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود حالات مسلمانوں کے حق میں تھے اگرچہ کفار تعداد میں زیادہ تھے اور ان کے پاس سامان حرب بھی وافر مقدار میں تھا مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور سامان حرب بھی زیادہ مقدار میں نہ تھا۔ اس کی علاوہ مسلمانوں کے گروہ سے کچھ لوگوں کا چھوڑ جانا ایک اور جھٹکا تھا تاہم مسلمانوں کا پلہ بھر رہا بیں کے قریب کافر واصل جہنم ہوئے دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ رہے تھے صرف مسلمانوں کی کوتاہی کے سبب جنگ کا پانسہ بدل گیا۔[38]

محمد حنیف ندویؒ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ شروع ہوئی اور مسلمان مخالفین پر چھا گئے تو غنیمت کے لالچ میں اور یہ سمجھ کر کہ اب تو میدان ہمارے ہی ہاتھ میں ہے مسلمان مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گے۔ مخالفین نے مسلمانوں کے تغافل سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں پر بل پڑے نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں بھاگڑ مچ گئی۔[39]

نبی ﷺ پر مشرکین کا حملہ اور آپ کے قتل کی افواہ: مفسر بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے نبی ﷺ پر حملہ کیا۔ حضور ﷺ کے چوٹیں آئیں۔ اگلے دانت ٹوٹ گئے اور چہرہ مبارک لہولہان ہو گیا عام مسلمانوں میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ حضرت محمد ﷺ شہید کر دیے گئے جس سے سخت بد دلی پھیل گئی اس کے بعد چند جانثار حضور ﷺ تک پہنچے اور بڑی بے جگری سے لڑے[40]۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ[41]

"سو وہ اس مصیبت سے جو انہیں راہ خدا میں پہنچی نہ سست ہوئے اور نہ تھکے اور نہ دبے اور خدا ثابت رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے"

محمد حنیف ندویؒ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوہ احد میں بھاگڑ مچی اور عبداللہ ابن قمیہ نے یہ مشہور کر دیا کہ اس حضرت محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو بعض مسلمان ہمت ہار بیٹھے اور جم کر نہ لڑ سکے حضور ﷺ نے فرمایا الی عباد اللہ کہ خدا کے بندو ادھر آؤ لوگ حضور ﷺ کے گرد اگرد جمع ہو گئے آپ نے پوچھا کہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم بھاگ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا ہم نے جب سنا کہ آپ ہم میں نہیں ہے تو ہم گھبرا گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ اس نقطہ کو بھانپ گئے جب لوگ بھاگ رہے تھے اس وقت انہوں نے للکار کر کہا کہ اے قوم آؤ حضور ﷺ کے بعد جی کا کیا کرو گے ادر وہ فوت ہو گئے تو ان کا خدا تو زندہ ہے۔ ہم اس کی محبت میں مر جائیں گیں یہ آپ ﷺ کے بعد زندہ رہنے کی ذلت سے زیادہ موزوں ہے تقریبا اس قسم کے جرات اموز الفاظ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تھے۔[42]

عصیان رسول ﷺ کا نتیجہ:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ[43]

"اور جب تم شکست کھا کر پہاڑ پر چڑھتے جاتے تھے اور پیچھے مڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول ﷺ تم کو تمہارے پیچھے سے پکار رہا تھا پھر خدا نے تمہیں غم پر غم کا بدلہ دیا یہ اس لیے ہوا کہ تم اس چیز کا جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی اور اس تکلیف کا جو تمہیں پہنچی، غم نہ کھاؤ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے"

مولانا حنیف ندویؒ بیان کرتے ہیں جب مسلمان مخالفین پر چھا گئے تو ایسا معلوم ہوا کہ میدان حرب اب انہی کا حصہ ہے وہ جنہیں حضور ﷺ نے تیر اندازی کے لئے درہ پر متعین کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ آخر تک تم یہیں رہنا۔ ان میں بعض لوگ غنیمت کے لالچ میں ایک ہو گئے

اور لگے مال غنیمت لوٹنے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت کفار کے لشکر کے سردار تھے اور درہ کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے حضور کی اطاعت ترک کر دی اور دنیا طلبی کے جذبہ سے متاثر ہو کر مال و دولت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہوا کہ تم اطاعت رسول ﷺ سے الگ ہو گئے اور تم نے پیغمبر خدا کی ہدایات کی پروا نہیں کی اور یہ نہیں سوچا کہ فتح و نصرت تو محض رہن اطاعت رسول ﷺ ہے۔[44]

نتائج:

محمد حنیف ندویؒ بیان کرتے ہیں کہ اس غزوہ کی ابتدا میں حالات مسلمانوں کے حق میں تھے اور انہیں غلبہ بھی ہو رہا تھا دشمن کی فوج میدان چھوڑ چکی تھی لیکن اچانک مسلمانوں کی غلطی، اختلافات رائے اور حضور کی نافرمانی ان کی شکست کا سبب بنی۔ عبد اللہ بن ابی اور دوسرے منافق احد کی شکست کو اسلام کے خلاف بطور دلیل استعمال کرتے اور کہتے کہ اگر محمد ﷺ سچے ہوتے تو ہمیں فتح ہوتی اور ہمارے ساتھی کبھی میدان جنگ میں مارے نہ جاتے۔[45]

غزوہ احزاب:

احزاب لفظ حزب کی جمع ہے جس کا معنی فوجیں اور لشکر ہے۔ یہ غزوہ شوال وذی قعدہ پانچ ہجری میں لڑا گیا۔

پس منظر:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ[46]

"مومنو اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب تم پر خندق کے دن فوجیں آئیں "

مفسر محمد حنیف ندویؒ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب مکہ چھوڑا اور مدینہ کو اپنی تگ و دو کا مرکز بنایا۔ تو مکہ والوں کو یہ بہت ناگوار ہوا۔ وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو گھروں سے نکال دیا ہے۔ اور اب یہ مسافرت میں عسرت اور بے چینی سے زندگی بسر کریں گے۔ مگر ہوا یہ کہ مسلمانوں کو آرام اور دلجمعی کے ساتھ اپنی قوتوں کو مستحکم کرنے کا موقع مل گیا۔ بدر کی جنگ میں پہلی دفعہ قریش کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ہم نے مسلمانوں کو ہجرت پر آمادہ کر کے کوئی اچھا کام نہیں کیا مسلمان اس طرح اور زیادہ مضبوط ہو گئے۔ چناچہ بدر کے بعد وہ متواتر اس کوشش میں رہے کہ حضور ﷺ کی مخالفت میں ایک متحدہ محاذ قائم کریں۔ اور ساری قوم کی کچھ اس طرح تنظیم کی جائے کہ مسلمان مقابلہ نہ کر سکیں۔ تاہم ہجرت سے چار سال بعد ان کو یہ موقع مل گیا۔[47]

اسی اثنا میں بنو نظیر کے بیس سردار قریش مکہ کی خدمت میں آئے اور مسلمانوں کے خلاف اپنی مدد کا یقین دلایا بنو نظیر کا گروہ قریش مکہ کے بعد بنو غطفان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں قریش کی طرح جنگ پر ابھارا اسی طرح انہوں نے قریش کے دیگر قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔[48]

لشکر کی تعداد اور روانگی: جب قریش کے تمام گروہ جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے تو پروگرام کے مطابق تمام گروہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے چند ہی دنوں میں مدینہ کے قریب دس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا ۔ یہ لشکر اتنا بڑا تھا کہ اس کی کل تعداد مدینہ کی آبادی سے بھی زیادہ تھی۔[49]

مولانا حنیف ندویؒ بیان کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ یہودیوں کے مختلف قبائل بھی مل گئے اور یہ تقریبا بارہ ہزار کی تعداد میں جمع ہو کر آئے اور مدینہ کے باہر خیمہ زن ہو گئے اور تقریبا ایک مہینے تک مسلمانوں کا محاصرہ کیا۔[50]

خندق کی کھدائی: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا یہ رائے پسند کی گئی اور اسی پر اتفاق ہو گیا ۔ چونکہ مدینہ کے مشرق، مغرب اور جنوب تین اطراف میں لاوے کی چٹانے ہیں اس لیے صرف شمال کی طرف لشکر کے داخلہ کے لائق ہے لہذا رسول اللہ ﷺ نے اسی جانب حرہ شرقیہ اور غربیہ کے درمیان کا سب سے تنگ مقام منتخب کیا جو کم و بیش ایک میل ہے۔ وہاں خندق کھود کر دونوں

حروں کو ملا دیا۔ مغرب میں یہ خندق سلع پہاڑی کے شمال سے شروع ہوتی ہے اور مشرق میں مقام شیخین کے پاس حرہ شرقیہ کے ایک بڑھے ہوئے سرے سے جا ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا کام سونپا اور خود بھی خندق کھودنے اور مٹی ڈھونے میں شریک ہو گئے۔ [51]

مسلمانوں کی کیفیت: مفسر محمد حنیف ندویؒ بیان کرتے کہ اس عرصہ میں مسلمانوں کی کیفیت یہ تھی کہ مصیبت کے اس غیر متوقع اندازے سے بے قرار تھے۔ شدت تھی، کھانے کو کچھ نہ تھا۔ خندق کھودتے وقت حضور ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ خوف وہراس اور قنوط ومایوسی چھا رہی تھی سخت آزمائش اور ابتلا کا وقت تھا[52]۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا[53]

"جب وہ تم پر تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے یعنی وادی مدینہ کے نشیب و فراز سے آئے اور جب انکھیں ڈگمگانے لگی اور دل حلق تک آ پہنچے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے خیال کرنے لگے"

ادھر منافقین مسلمانوں کو یہ کہہ کر اور گھبرا رہے تھے کہ دیکھو فتح ونصرت کے تمام وعدے غلط ثابت ہوئے ہیں۔ ہماری طاقت زیادہ ہے اس لئے تمہارے لئے کامیابی کی تمام راہیں مسدود ہیں۔ [54]

واقعات:

مشرکین خندق عبور کرنے کی کوشش کرتے رہے جبکہ مسلمان پورے راستے پر ان کے سامنے موجود ہوتے اور تیروں اور پتھروں سے ان کا استقبال کرتے۔ یہاں تک کہ ان کی اور رسول اللہ ﷺ کی کئی کئی نمازیں قضا ہو گئی اور سورج ڈوبنے کے قریب یا ڈوبنے کے بعد انہیں ادائیگی کا موقع مل سکا۔ ایک روز مشرکین کے شہسواروں کی ایک جماعت نے جن میں عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے ایک تنگ مقام سے خندق پار کر لی اور ان کے گھوڑے خندق کو سلع کے درمیان چکر کاٹنے لگے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے اور جس مقام سے انہوں نے خندق پار کی تھی اسے قبضے میں لے کر ان کا واپسی کا راستہ بند کر دیا۔ اس جنگ میں فریقین کہ صرف چند افراد مارے گئے یعنی دس مشرک اور چھ مسلمان۔ ایک تیر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لگا جس سے ان کے بازو کی بڑی رگ کٹ گئی۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اگر قریش کی جنگ کچھ باقی رہ گئی ہو تو اس کے لیے انہیں زندہ رکھے ورنہ اس زخم کو ان کی موت کا سبب بنا دے۔ [55]

لوگوں کی منافقت:

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا[56]

"اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والوں تمہارے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں سو پھر چلو اور ایک فریق ان میں سے نبی سے رخصت مانگتا تھا۔ کہتے تھے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حلانکہ کے وہ ہرگز کھلے پڑے نہ تھے ان کا ارادہ صرف بھاگنے کا تھا"

مفسر بیان کرتے کہ منافقین کو محاصرین اکسارہے تھے کہ مسلمانوں کو دون ہمتی اور بزدلی پر آمادہ کردیں کہ تاب مقاومت نہ لاسکیں اور آسانی سے مدینہ فتح ہو جائے تاکہ مسلمانوں سے بدر کا انتقام لیا جاسکے چناچہ کمزور اور پست ہمت لوگ آء آء کر حضور ﷺ سے کہتے کہ جناب ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں ہم کو شرکت جہاد سے محفوظ رکھیئے یہ لوگ نعمت اور مہربانی کو بھول گئے کہ نہایت مشکل وقت میں تمہاری کس طرح مدد کی تھی اور تمہیں متحدہ کفر کی زد سے بچالیا گیا تھا۔[57]

اللہ کی نصرت: غزوہ احزاب میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی جیسا کہ ارشاد ہے:

وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا

"اور ایسے لشکر بھیجے جو تم نے نہیں دیکھے"

فرشتے براہ راست جنگ میں نہیں لڑتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کیا تاکہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ جائے اور انہیں اطمینان ہو جائے۔

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا

"تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی"

مفسر بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اس شدت کی سردی میں زور کی آندھی بھیجی کہ مخالفین کے خیمے اکھڑ گئے۔ کھانے پینے کے ظروف الٹ گئے اور یہ لوگ اس عذاب کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے۔[60]

نتائج:

اہل کفار مدینہ کو فتح کر کر لوٹ مار کرنے آئے تھے اور وہ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بغیر لڑائی کہ فتح نصیب فرمائی اور انہیں کوئی نقصان بھی نہ ہوا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِغَيۡظِهِمۡ لَمۡ يَنَالُوۡا خَيۡرًا‌ ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الۡقِتَالَ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيۡزًا

"اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصے میں لٹا دیا ان کے ہاتھ کچھ بھلائی نہ لگی اور
لڑائی میں مسلمانوں کی طرف سے خدا کافی ہو گیا اور اللہ زور اور زبردست ہے"

مفسر بیان کرتے ہیں کہ جنگ احزاب میں جو مخالفین کو شکست ہوئی وہ محض اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کمزوروں کی دستگیری فرماتے ہیں اور مایوسوں کی مایوسی کو امید و کامیابی میں بدل دیتے ہیں۔ اللہ کا قانون اور مخلصی کی کوئی راہ باقی نہ رہے اور بظاہر یاس کے بادل دلوں پر چھا جائیں عین اس وقت جب وہ بڑھے اور فرشتوں کے لاؤ لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوئے تو مخالفین کی صفوں میں ہلچل مچادی گئی۔ وہ ہمیشہ سے اپنے قوی و عزیز ہونے کا ثبوت دیتا آیا ہے۔ اس نے اپنی غیر متوقع اعانتوں سے دائماً اپنے بندوں کو یقین دلایا ہے کہ مادی قوتیں اس کے مقابلہ میں پر کاہ کے برابر وقعت نہیں رکھتیں۔ وہ جب چاہے اور جن وسائل سے چاہے دشمنوں کو ہلاک کر دے وہ ہمیشہ قوت کے مقابلہ میں عاجزی اور مسکت کی مدد فرماتا ہے۔[62]

واقعہ افک:

سن پانچ ہجری میں غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر جب اسلامی لشکر مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ قیام پذیر ہوا تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی ضرورت سے ایک گوشے تشریف لے گئی تو اس دوران ان میں آپ کا ہار گر گیا جس کی تلاش میں آپ مصروف ہو گئی ادھر

قافلہ والوں نے آپ کی غیر موجودگی کا احساس نہ کر کے آپ کا ہودج اونٹ پر کس دیا وہ یہی سمجھتے رہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اس ہودج میں سوار ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب واپس پہنچی تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا قران حکیم میں اس واقعہ کا تذکرہ کچھ یوں ہوا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ ؞ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ[63]

”جنھوں نے طوفان اٹھایا ہے وہ تمھیں میں سے ایک جماعت ہے اس تہمت کو تم اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے ان میں سے ہر آدمی کے لیے اس کا کمایا ہوا گناہ ہے اور جس نے ان میں سے تہمت کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔ جب تم نے اس کو سنا تھا تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ کیوں اس تہمت پر چار گواہ نہ لائے پھر جب وہ گواہ نہ لائے تو خدا کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو اس چرچا کرنے میں تم پر بڑا عذاب آتا۔ جب اس تہمت کو تم اپنی زبانوں پر لیتے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے تھے جس کا علم تمھیں نہ تھا اور اسے ہلکی بات سمجھتے تھے اور حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑی بات تھی۔ اور جب تم نے اس کو سنا تھا کیوں نہ کہا کہ ہمیں ایسی بات بولنا لائق نہیں اے اللہ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے۔ تمھیں اللہ نصیحت دیتا ہے کہ پھر ایسی بات کبھی نہ کرو اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تمہارے لیے آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا ہو انہیں دکھ دینے والا عذاب ہو گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ شفیق مہربان ہے۔ (تو کیا کچھ نہ ہوتا)“

ان آیات میں واقعہ افک کا تذکرہ ہے اس موقع پر جو منافقین نے برا کردار انجام دیا اس کا ذکر ہے اور بعض مسلمان جو اپنی سادگی میں ان کے ساتھ ہو لیے اور بعض دیگر مسلمان جنھوں نے احتیاط سے کام نہ لیا ان کو تنبیہ اور نصیحت فرمائی ہے۔

بزبانِ اُم المومنین سیدہ عائشہ عفیفہ رضی اللہ عنہا واقعہ افک:

محمد حنیف ندویؒ نے تفسیر سراج البیان میں واقعہ افک کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کیا ہے:

ارشاد فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کی معیت میں ایک غزوہ میں شریک ہوئی۔ یہ عزوہ بنی المصطلق سے قبل کا واقعہ ہے پھر ہم واپس آئے مدینہ سے کچھ ادھر حضور ﷺ نے ایک منزل پر قیام کیا میں بھی محمل سے نیچے اتری اور قضائے حاجت کے لئے جیش نبوی سے کچھ آگے نکل گئی جب لوٹ کر محمل تک پہنچی تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا ہار کہیں گر گیا۔ تلاش کی غرض سے پھر وہاں تک گئی اور ہار ڈھونڈتی رہی محمل والوں نے یہ سمجھا کہ میں محمل میں موجود ہوں اس لئے کہ میرا بوجھ کچھ زیادہ نہ تھا میں ان دونوں بالکل نو عمر اور ہلکے جسم کی تھی۔ محمل والوں نے محمل ناقہ پر رکھا اور چلتے بنے۔ میں جس وقت منزل پر پہنچی تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا اب میں نے سوچا اور خیال کیا کہ مدینہ پہنچ کر جب وہ معلوم کریں گے کہ محمل میں موجود نہیں ہوں تو قافلہ والوں میں سے کوئی ضرور مجھے تلاش کرنے آئے گا اس لئے وہیں پڑ کر سو گئی۔ صفوان بن معطل نامی ایک شخص اس خدمت پر مامور تھا کہ قافلہ کے پیچھے پیچھے آئے اور گری پڑی چیز کا خیال رکھ اس نے مجھے دیکھا کہ قافلہ سے بچھڑ گئی ہوں اس نے بچھڑنے کا سبب پوچھا میں نے بتا دیا اس نے کہا کہ آپ اونٹ پر سوار ہو جایئے یہ کہہ کر وہ خود پیچھے ہٹ گیا اور میں اونٹ پر سوار ہو گئی۔ اس حالت میں ہم مدینہ پہنچے۔ لیکن یہاں جھوٹ اور بہتان کا ایک طوفان برپا تھا۔ منافقین میرے اور صفوان کے متعلق عجیب عجیب ناپاک الزام پھیلا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس وجہ سے بہت زیادہ مغموم تھے۔ میں ان حالات سے ناواقف تھی رات کے وقت ام مسطح کے ساتھ باہر قضاء حاجت کیلئے نکلی اور جب واپس آنے لگیں تو ام مسطح کا پاؤں اس کی چادر میں الجھ گیا اس نے کہا تعس مسطح یعنی مسطح ہلاک ہو میں نے کہا مسطح بدری صحابی ہے کیا اس کو گالیاں دیتی ہے۔ اس نے تعجب سے کہا تمہیں نہیں معلوم مسطح تمہارے متعلق کیا کیا باتیں لوگوں میں پھیلا رہا ہے میں نے کہا نہیں تو اس نے مجھے حقیت حال سے آگاہ کیا اب مجھے بھی روحانی تکلیف محسوس ہوئی۔ میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر آ گئی، یہاں یہ عالم تھا کہ والد بھی میری وجہ سے بے چین تھے والدہ بھی مضطرب تھیں اس لئے ہم تینوں مل کر خوب روئے۔ ایک دن حضور ﷺ تشریف لائے اور نہایت اندوہ گین لہجہ میں فرمایا: عائشہ! میں تیرے متعلق اس قسم کی باتیں سنی ہیں اگر تو صداقت شعار ہے تو اللہ ضرور تیری برات کرے گا اور اگر خدانخواستہ تجھ سے غلطی ہو گئی تو توبہ کر و اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ میں نے جب یہ آخری کلمات سنے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو گرنے لگے والد سے کہا: آپ میری طرف سے جواب دیجیے وہ کہنے لگے میں کیا جواب دوں، والدہ سے کہا: آپ میری ترجمانی کیجئے وہ بھی اول تو خاموش رہیں پھر کہنے لگیں کہ آخر کیا کہا جائے۔ میں نے ذرا جرات کی اور کہا کہ جو باتیں آپ نے سنی ہیں وہ غالبا آپ کے دل میں مرتسم ہو چکی ہیں اور آپ شاید مان چکے ہیں اب اگر میں تردید بھی کروں تو آپ کب مانیں گے میری حالت تو اس وقت ابو یوسف یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح ہے اس لئے میں انہی کے الفاظ میں کہتی ہوں: **فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ**۔ اللہ کی عنایت و نوازش دیکھئے کہ اسی مجلس اور اسی نشست میں حضور ﷺ پر اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں میری برات کی گئی منافقین کو ڈانٹا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ! خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برات کی آیتیں نازل فرمائی ہیں ۔ میں نے کہا اللہ کی حمد و ستائش اور اس کا ہزار ہزار شکر ہے آپ اور آپ کے صحابہ تو مجھے مجرم سمجھ ہی چکے تھے والدہ نے کہا بیٹی اٹھو اور حضور ﷺ کا شکریہ ادا کرو میں نے کہا میں تو ہرگز نہیں اٹھوں گی میں تو اپنے مولا کا شکریہ ادا کروں گی جس نے میری برات فرمائی ہے اور ان تمام الزامات سے پاک اور بری کیا ہے۔[64]

مفسر بیان کرتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واقعہ افک کو شہرت دینے والے منافقین ہیں مگر ان کی اغراض کی اس سے تکمیل نہیں ہوئی بلکہ انجام کے لحاظ سے یہ بہتر ہوا، کیونکہ اس کی وجہ سے عورتوں کے حقوق اور ان کی عزت و وقعت سے متعلقہ مسائل کی توضیح ہو گئی۔ فرمایا یہ قطعا جھوٹ تھا اور مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ اول مرحلہ میں اس کا انکار کر دیتے، کیونکہ پیغمبر کی حرم محترم عفاف و عصمت

کا سراپا مجسمہ ہوتی ہے۔اس واقعہ کی صداقت کیلئے انہیں چار شاہد پیش کرنا چاہئے تھے اور اس کو پایہ ثبوت تک پہنچانا ضروری تھا مگر وہ تو بالکل جھوٹے تھے یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ اس نے تمہیں عذاب عظیمہ سے بچا لیا ورنہ پیغمبر کے حرم پاک کے متعلق الزامات سراسر ناقابل برداشت جرم ہے تم نے اس معاملہ کو بہت آسان سمجھا اور اس میں دلچسپی لی مگر اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی معصیت ہے تمہیں لازم تھا کہ ہرگز اس واقعہ کو تسلیم نہ کرتے اور جب سنا تھا اسی وقت تردید کر دیتے، یاد رکھو آئندہ کبھی ایسے جرم کا ارتکاب نہ کرنا۔[65]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل فرمائی یہ ہی وہ سورہ نور کی دس آیات ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے انہیں خطبہ دیا اور براءت کے سلسلے میں اللہ نے جو آیات نازل فرمائی تھی ان کی تلاوت کی۔اس کے بعد منبر سے اتر کر خالص مومنین میں سے دو مردوں اور ایک عورت کے متعلق حکم دیا اور انہیں اسی اسی کوڑے مارے گئے اور یہ تھے حضرت حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش۔ان کے قدم پھسل گئے تھے اور انہوں نے بھی تہمت تراشی میں حصہ لیا تھا۔باقی رہا اس جھوٹ کا پیشوا عبد اللہ بن ابی اور اس کے رفقاء تو انہیں اس دنیا میں سزا نہ دی گئی لیکن وہ قیامت کے روز اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے جہاں نہ مال کام آئے گا نہ اولاد صرف وہ کامیاب ہوں گے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر جائیں گے۔[66]

صلح حدیبیہ:

حضور ﷺ کو مدینہ ہجرت کیے ہوئے چھ سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔اس دوران حضور ﷺ کو مشرکین مکہ اور یہود قبائل سے کئی جنگوں کا سامنا کرنا پڑا اور یہ لوگ مسلمانوں کو الگ حیثیت دینے کے لیے تیار نہ تھے لہذا مشرکین نے اب تک جتنی بھی جنگیں لڑی ان کا مقصد نعوذ باللہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت کو مٹانا تھا آخر کار چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔

پس منظر:

ہجرت کا چھٹا سال تھا اس دوران بدر، احد اور غزوہ احزاب کے علاوہ بھی چند چھوٹی چھوٹی جھڑپیں واقعہ ہو چکی تھی مسلمانوں اور قریش مکہ میں سخت کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔مکہ کے مسلمان مدینہ ہجرت کر رہے تھے یہ بات اہل کفار کو ناگوار تھی اس دوران رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا جس کا ذکر قرآن میں یوں کیا گیا:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ
مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا[67]

"بے شک اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا خواب دکھایا جو مطابق واقع کے تھا
کہ تم ضرور مسجد حرام میں انشاءاللہ چین سے اپنے سر منڈواتے اور بال
کرواتے ہوئے بے خوف داخل ہو گئے پھر اس نے جانا جو تم نہیں جانتے تھے
پھر اس نے اس سے پہلے ایک فتح قریب ٹھہرا دی"

مفسر بیان کرتے کہ حضور ﷺ نے سفر حدیبیہ سے قبل خواب میں دیکھا تھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور پوری طرح مناسک حج ادا کر رہے ہیں چنانچہ کوچ سے پہلے یہ خوشخبری آپ نے سب مسلمانوں کو سنادی جس سے ان کے دل مضبوط ہو گئے اور جذبات مسرت سے معمور ہو گئے۔[68]

JSCRR

چنانچہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر، یکم ذی قعدہ چھ ہجری کو 1400 مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے لیے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ جنگ کے لیے نہیں بلکہ عمرہ کے لیے جارہے ہیں ۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر جانوروں کو قلا دے پہنائے، کوہان چیر کر نشان بنایا اور عمرے کا احرام باندھا۔[69]

زمانہ جاہلیت سے قریش کا یہ دستور تھا کہ وہ حج اور عمرہ کے لیے آنے والے کسی شخص کو نہیں روکتے۔ خواہ وہ ان کا کتنا بڑا ہی دشمن کیوں نہ ہو تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال بھی یہی تھا کہ قریش مکہ اپنے دستور کے مطابق انہیں نہیں روکیں گے۔ مگر مسلمانوں کی جماعت جب مکہ سے دس، بارہ میل کے فاصلے حدیبیہ کے وہ مقام پر پہنچی تو مشرکین کی طرف سے اطلاع آئی کہ وہ مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں اگر مسلمان بضد ہوئے تو وہ جنگ کے لیے بھی تیار ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بطور سفیر: رسول اللہ ﷺ نے طے کیا کہ قریش کے پاس ایک سفیر روانہ کرے جو انہیں یقینی طور پر بتلائے کہ آپ ﷺ عمرہ ہی کے لیے تشریف لائے ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور انہیں یہ بھی حکم دیا کہ وہ مکہ کے کمزور مومن مردوں اور عورتوں کے پاس جاکر انہیں قریب ہی فتح کی بشارت سنا دیں اور یہ بتلا دیں :"کہ اللہ عزوجل اپنے دین کو مکہ میں ظاہر اور غالب کرنے والا ہے یہاں تک کہ کسی کو ایمان چھپانے کی ضرورت نہ ہو گی"۔[70]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آنے میں تھوڑی تاخیر ہوئی تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ اس خبر کے ملنے کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ پھر یہ فیصلہ ہوا کہ اگر یہ خبر درست ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے اگرچہ ہم جنگ کے لیے آئے نہیں اور نہ ہی ہمارے پاس سامان حرب ہے مگر ہم اس قتل کو برداشت نہیں کر سکتے خواہ ہم سب شہید ہو جائیں۔[71]

بیعت رضوان:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا[72]

"بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے پھر اس نے جو ان کے جی میں تھا جان لیا پھر اس نے ان پر تسکین نازل کی اور ایک قریب کی فتح ان کو انعام میں دی"

مفسر بیان کرتے کہ ببول کے درخت کے نیچے سر فروشوں کی ایک مخلص جماعت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام لینے کے لئے یعنی ایک مسلمان کی عزت و حرمت پر جان نچھاور کر دینے کے لئے ایک عہد کیا تھا۔ یہ عہد بیعت رضوان سے موسوم ہوا۔[73]

صلح نامہ:

بہر حال قریش نے صورتحال کی نزاکت محسوس کر لی لہذا جھٹ سہیل بن عمر کو معاملات صلح طے کرنے کے لیے روانہ کیا اور یہ تاکید کر دی کہ صلح میں لازما یہ بات طے کی جائے کہ آپ ﷺ اس سال واپس چلے جائیں ایسا نہ ہو کہ عرب یہ کہیں کہ آپ ہمارے شہر میں جبرا داخل ہو گئے۔ نبی ﷺ نے اسے آتا دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تمہارا کام تمہارے لیے سہل کر دیا گیا ہے۔ اور بالاخر طرفین میں صلح کی دفعات طے ہو گئیں جو یہ تھیں:

رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے اگلے سال مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے ان کے ساتھ سوار کا ہتھیار ہو گا میانوں میں تلواریں ہوں گی اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ 10 سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے اس عرصے میں

لوگ مامون رہیں گے کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ جو محمد ﷺ کے عہد وپیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہو گا اس فریق کا ایک جزو سمجھا جائے گا لہذا اسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی مقصور ہوگی۔ قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی کہ بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا محمد ﷺ اسے واپس کر دیں گے لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔[74]

نتائج:

اسلامی دعوت کی رفتار پر اس صلح کا بڑا اثر ہوا۔ مسلمانوں کو عام عرب سے ملنے اور انہیں اللہ کی دعوت دینے کا موقع ملا چنانچہ لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہوئے اور صرف دو سال میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہوگئی کہ 19 برسوں میں نہیں ہوئی تھی۔ اکابرین قریش جو قریش کا نچوڑ اور عطر تھے یعنی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی رغبت اور مرضی سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے ہوئے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اسلام پر بیعت کی اور اس کی راہ میں جان ومال اور صلاحیت و قدرت سب کچھ صرف کرنے کا وعدہ کر لیا جب یہ لوگ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے"۔

غزوہ فتح مکہ:

رمضان ۸ ہجری میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مکہ مکرمہ کی فتح کا شرف بخشا۔ یہ سب سے عظیم فتح تھی جس سے اللہ نے اپنے دین اور رسول اللہ ﷺ کو عزت بخشی اپنے گھر اور اپنے شہر کو غلط ہاتھوں سے ازاد کیا اس فتح پر آسمان والوں نے خوشی منائی اور کفار اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا[75]

"جب اللہ کی مدد اور فتح پہنچ چکی اور تو نے دیکھ لیا کہ آدمی اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں"

مفسر بیان کرتے ہیں کہ سورہ نصر میں حضور ﷺ کو فتح مکہ کی خوشخبری دی گئی کہ وہ وقت بالکل قریب ہے کہ آپ ﷺ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے اور آپ ﷺ دیکھیں گے کہ کیوں کہ لوگ اس فتح و نصرت سے متاثر ہو کر فوج در فوج اور کارواں در کارواں اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہیں۔ بات یہ تھی کہ وہ سعادت مند روحیں جنہوں نے اسلام کو دلائل کی روشنی میں دیکھا اور اس کی حقانیت میں ان کو بالکل شک وشبہ نہیں رہا وہ مکہ میں اس وقت حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں جب کہ اسلام ظاہری شان و شکوہ کا بالکل حامل نہیں تھا۔ مگر ایک تعداد کثیر ایسے لوگوں کی تھی جن کی انجام کار پر نظر تھی ان کی رائے تھی کہ دیکھنا چاہیے اسلام کو فتح و نصرت سے بہرہ وافر ملتا ہے یا نہیں ان کا خیال تھا کہ اگر اسلام کے ساتھ خدا ہے حق وصداقت اور سچائی ہے تو یہ غالب ہو کر رہے گا اور اگر یہ غلط ہے اور باطل تو مٹ جائے گا۔ جب ان لوگوں نے دیکھ لیا اور مشاہدہ کر لیا کہ باوجود کفر کی قوت اور ظاہری ٹھاٹ و دبدبے کے اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور مسلمان فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کا دین ہے۔ اس لئے جوق در جوق یہ لوگ آئے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔[76]

پس منظر:

اس کا سبب یہ ہوا کہ بنو بکر حدیبیہ کے معاہدے میں قریش کے ساتھ شامل ہو گئے تھے ان کی بنو خزاعہ کے ساتھ دور جاہلیت سے خونریزی اور کشاکش چلی آرہی تھی جس کی آگ اسلام کی آمد آمد کے سبب وقتی طور پر بجھ گئی تھی جب حدیبیہ کی صلح واقعہ ہو چکی تھی تو بنو بکر نے اسے

غنیمت جانا اور موقع پا کر شعبان ۸ ہجری میں رات کے وقت بنو خزاعہ پر چھاپہ مارا اس وقت بنو خزاعہ وتیر نامی ایک چشمے پر تھے بنو بکر نے ان کے 20 سے زائد آدمی قتل کیے اور انہیں مکہ تک دھکیل لائے بلکہ مکہ کے اندر بھی ان سے لڑائی کی۔ قریش نے بھی پس پردہ ہتھیاروں اور آدمیوں سے ان کی مدد کی بنو خزاعہ چونکہ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان کے متعدد افراد مسلمان بھی ہو چکے تھے اس لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقع کی اطلاع دی آپ ﷺ نے فرمایا: "واللہ! میں جس چیز سے اپنی حفاظت کرتا ہوں اس سے تمہاری بھی ضرور حفاظت کروں گا"۔[77]

مکہ کی راہ:

• ا رمضان ۸ ہجری کو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ کا رخ کیا آپ ﷺ کے ساتھ 10 ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے مدینہ پر بطور منتظم ابو رھم غفاری رضی اللہ عنہ کا تقرر فرمایا۔ جحفہ پہنچے تو آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے وہ مسلمان ہو کر اپنے بال بچوں سمیت ہجرت کرتے ہوئے آرہے تھے ابواء میں آپ ﷺ کے چچیرے بھائی ابوسفیان اور پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن ابی امیہ ملے آپ ﷺ نے ان دونوں سے منہ پھیر لیا۔ کیونکہ یہ دونوں آپ ﷺ کو سخت اذیت پہنچاتے اور ہجو کرتے رہے تھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ کے چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہی آپ ﷺ کے یہاں سب سے بدبخت ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو سکھایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے جاؤ اور ان سے وہی کہو جو برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا انہوں نے ایسا ہی کیا[78]۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ[79]

"آج تم پر کچھ الزام نہیں خدا تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے"

اس پر ابوسفیان نے آپ ﷺ کو چند اشعار سنائے اور اپنی سابقہ حرکت سے معذرت کی۔

بت شکنی:

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو آپ ﷺ اٹھے اور آگے پیچھے اور گرد و پیش موجود انصار و مہاجرین کے جلو میں مسجد حرام کے اندر تشریف لائے آگے بڑھ کر حجر اسود کو چوما اور اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اور بیت اللہ کے گرد اس کی چھت پر 360 بت تھے آپ ﷺ اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے اور کہتے جاتے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[80]

"حق آیا اور باطل نکل بھاگا بے شک باطل نکل بھاگنے والا ہے"

آپ ﷺ کی ٹھوکر سے بت چہروں کے بل گرتے جاتے آپ ﷺ نے طواف اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر فرمایا اور حالت احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے صرف طواف ہی پر اکتفا کیا تکمیل طواف کے بعد حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے کعبہ کی کنجی لی ۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے خانہ کعبہ کھولا گیا اندر داخل ہوئے تو تصویر نظر آئیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں بھی تھیں اور ان کے ہاتھ میں فالگیری کے تیر تھے آپ ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا: اللہ ان مشرکین کو ہلاک کرے خدا کی قسم ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال کے تیر استعمال نہیں کی۔ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کی بنی ہوئی ایک کبوتری بھی دیکھی اسے اپنے دست مبارک سے توڑ دیا اور تصویریں آپ ﷺ کے حکم سے مٹادی گیئں۔[81]

مکے میں رسول اللہ ﷺ کا قیام:

جب مکہ کی فتح مکمل ہو چکی تو انصار کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رسول ﷺ وہیں مقیم نہ ہو جائیں کیونکہ یہ آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے خاندان اور قبیلے کا شہر تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ صفا پر ہاتھ اٹھائے دعا فرما رہے تھے دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا "اللہ کی پناہ اب زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے"۔ اس لیے انصار مطمئن ہو گے ان کا خوف جاتا رہا اور وہ خوش ہو گئے البتہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں 19 روز قیام فرمایا اس دوران آثار اسلام کی تجدید کی۔ مکہ کو آثار جاہلیت سے پاک کیا نئے سرے سے حرم کے ستون نصب کیے اور آپ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے بلکہ اسے بلکہ انہیں توڑ دے۔[82]

غزوہ حنین:

حنین ایک وادی کا نام ہے۔ جو مکہ سے چند میل کے فاصلے پر طائف کی طرف واقع ہے۔ قریش نے مغلوب ہو کر ثقیف اور ہوازن کے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ان قبائل میں بڑے بڑے متعصب لوگ تھے۔ جن میں درید بن صمہ پیش پیش تھا۔ یہ معمر شخص تھا۔ یہ شاعر تھا اور جنگی چالوں سے خوب واقف تھا۔ لہذا اس نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں کے خلاف فوری کاروائی کی جائے ورنہ سارے عرب پر ان کا تسلط قائم ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے چار ہزار کی تعداد میں بہترین لشکر تیار کیا ۔ جو جدید ترین اسلحے سے لیس تھا ۔ میدان میں لڑنے والوں کے علاوہ ان کے ساتھ عورتیں بچے بھی تھے۔ پس انہوں نے پوری تباہی کے ساتھ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا منصوبہ بنایا۔

مسلمانوں کی تیاری اور احساس برتری:

مفسر بیان کرتے کہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوازن و ثقیف کے قبیلوں نے جنگ ڈال دی ان کا خیال تھا کہ اگر ہم نے مسلمانوں کو شکست دے دی تو مکہ والوں کی تمام جائیداد جو طائف میں ہے وہ ہماری ہو جائے گی اور ہم مسلمانوں سے بت شکنی کا انتقام بھی لے سکیں گے۔ حضور ﷺ مقابلہ کے لئے نکلے تو ایک جم غفیر ساتھ ہو گیا، جس کی تعداد تقریبا بارہ ہزار تھی اس لئے مسلمان مغرور تھے نہایت بے پروائی سے لڑے[83]۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ[84]

"بہت جگہوں میں خدا تم کو مدد دے چکا ہے اور جنگ حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اتراتے تھے اور وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آتی تھی اور زمین باوجود اپنی فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی تھی پھر تم پشت دے کر بھاگے تھے"

مفسر بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان نہایت بے پروائی سے لڑے تو نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھائی اور میدان سے بھاگ نکلے۔ حضور ﷺ پہاڑ کی طرح کھڑے رہے اور آپ ﷺ نے للکار للکار کر کہا: "انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب" آپ ﷺ کے استقلال کو دیکھ کر اور دعوت کو سن کر مسلمان پھر جمع ہو گئے اللہ نے ان کی گھبراہٹ دور کی[85]۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَه عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ[86]

"اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنین پر اپنی تسکین نازل کی تھی اور ایسی فوجیں بھیجی تھی جو تم نے نہیں دیکھی اور قافلہ کو عذاب دیا تھا اور کافروں کا بدلہ بھی یہی تھا"

مفسر بیان کرتے کہ اللہ نے ان کی گھبراہٹ دور کی اور فرشتے تسلی کے لئے نازل فرمائے اور بالآخر مسلمانوں کو عظیم کامیابی ہوئی۔[87]

مال غنیمت:

اس غزوے میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سامال غنیمت آیا۔ جس میں چھ ہزار غلام،لونڈیاں، 24اونٹ، 40ہزار بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اونس چاندی تھی۔ حضور ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم میں قدر توقف کیا کہ شاید متحارب مشرکین اسلام قبول کر لیں۔[88]

مشرکین سے بیزاری کا اعلان:

آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا اس سے اگلے سال نو ہجری میں مدینہ منورہ سے حضور ﷺ نے ایک وفد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج کے لیے بھیجا۔اس موقع پر سورۃ توبہ کی آیات نازل ہوئی جن میں مشرکین سے بیزاری کا اعلان کیا گیا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ[89]

"مومنو مشرک لوگ ناپاک ہیں سو اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر تم محتاجی سے ڈرو تو خدا اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا اللہ جاننے والا حکمت والا ہے"

مفسر بیان کرتے کہ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ مشرک ناپاک ہیں یعنی مشرک عقیدوں کے ناپاک اور دلوں کے خبیث ہیں ۔اس لئے اعلان برات کے بعد انہیں بیت الحرام کے قریب نہ آنے دیا جائے۔[90]

نتائج:

دیہاتوں میں رہنے والے عرب اور وہ قبائل عرب جو اس معرکہ کے آخری انجام کا انتظار کر رہے تھے تا کہ اسلام سے متعلق اپنے آخری موقف کا اعلان کریں۔ اُن سب نے ہوازن کی اس بدترین شکست کے بعد اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا اور طائف اور اس کے مضافات میں اسلام نہایت تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا علاقہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

اس فصل میں نبی کریم ﷺ کے مختلف غزوات کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب، واقعہ افک، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور غزوہ حنین شامل ہیں۔

---

[1]۔ سلیمان منصور پوری، قاضی، رحمت اللعالمین، لاہور: الفیصل نشران، ۲۰۱۶، صفحہ ۱۸۸

[2]۔ الانفال:۸:۵

[3]۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، لاہور: ملک سراج پبلشرز، ۱۹۸۳، جلد دوم، صفحہ ۴۲۲

[4]۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر قرآن العظیم، دارالطلبیہ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ، جلد دوم، صفحہ ۱۱۲

[5]۔ الواقدی، محمد بن عمر، المغازی، بیروت: دارالاعلمی، ۱۴۰۹ھ ، جلد اوّل، صفحہ ۲۷

[6]۔ الانفال:۸:۷

[7]۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۲۲

[8]۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۴۲۳

9۔ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،السیرۃالنبویہ(من البدایہ والنہایہ لابن کثیر)بیروت:دارالمعرفہ للطباع والنشر والتوزیع، ۱۳۹۵ھ، جلد دوم، صفحہ ۳۸۷

10۔الانفال:۸:۴۲

11۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۳۴، ۴۳۳

12۔ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۴۳۶، ۴۳۵

13۔ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۴۲۳

14۔الانفال:۸:۴۳

15۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۳۴

16۔الانفال:۸:۱۲

17۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۲۴، ۴۲۳

18۔الانفال:۸:۱۱

19۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۲۳

20۔البیھقی،احمد بن الحسین، دلائل النبوہ(ومعرفہ احوال صاحب الشریعہ)، بیروت:دار لکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ، جلد سوم، صفحہ ۴۹

21۔ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،السیرۃالنبویہ، جلد اوّل، صفحہ ۲۲۰، ۲۱۹

22۔الانفال:۸:۱۷

23۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۲۵

24۔ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۴۴۱

25۔ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۴۲۶

26۔ابن ہشام، عبدالملک ہشام، السیرۃالنبویہ، مصر:شرکہ مکتبہ ومطلبہ، مصطفی البابی الحلبی واولادہ، ۱۳۷۵ھ، جلد دوم، صفحہ ۲۶

27۔مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، تجلیات نبوت، دار لسلام:لاہور۱۹۹۷ء، صفحہ ۲۰۳

28۔آل عمران:۳:۱۲۳، ۱۲۲

29۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد اوّل، صفحہ ۱۵۵

30۔آل عمران:۳:۱۲۱

31۔البیھقی،احمد بن الحسین، دلائل النبوہ، جلد پنجم، صفحہ ۶۳

32۔ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،السیرۃالنبویہ، جلد سوم، صفحہ ۲۶

33۔آل عمران:۳:۱۲۱

34۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد اوّل، صفحہ ۱۵۵

35۔ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،السیرۃالنبویہ، جلد سوم، صفحہ ۲۹

36۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد اوّل، صفحہ ۱۵۵

37۔ابن ہشام، عبدالملک ہشام، السیرۃالنبویہ، جلد دوم، صفحہ ۶۳، ۶۲

38۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار لکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ، جلد دوم، صفحہ ۳۱

39۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد اوّل، صفحہ ۱۵۵

40۔ ایضاً، جلد اوّل، صفحہ ۱۵۵

41۔ آل عمران: ۳: ۱۴۶

42۔ ایضاً، جلد اوّل، صفحہ ۱۶۱

43۔ آل عمران: ۳: ۱۵۳

44۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد اوّل، صفحہ ۱۶۳

45۔ ایضاً، جلد اوّل، صفحہ ۱۶۵

46۔ الاحزاب: ۳۳: ۹

47۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد چہارم، صفحہ ۱۰۰۰

48۔ ابن ہشام، عبد الملک ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد دوم، صفحہ ۲۱۵، ۲۱۴

49۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۲۲۰، ۲۱۹

50۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد چہارم، صفحہ ۱۰۰۰

51۔ مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، تجلیات نبوت، صفحہ ۲۲۴

52۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد چہارم، صفحہ ۱۰۰۰

53۔ الاحزاب: ۳۳: ۱۰

54۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد چہارم، صفحہ ۱۰۰۰

55۔ مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، تجلیات نبوت، صفحہ ۲۲۸

56۔ الاحزاب: ۳۳: ۱۳

57۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد چہارم، صفحہ ۱۰۰۱

58۔ الاحزاب: ۳۳: ۹

59۔ ایضاً

60۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد چہارم، صفحہ ۱۰۰۱

61۔ الاحزاب: ۳۳: ۲۵

62۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد چہارم، صفحہ ۱۰۰۷

63۔ النور: ۲۴: ۱۱۔۲۰

64۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد سوم، صفحہ ۸۴۱، ۸۴۰

65۔ ایضاً

66۔ مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، تجلیات نبوت، صفحہ ۲۵۰، ۲۴۹

67۔ الفتح: ۴۸: ۲۷

JSCRR

68۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد پنجم، صفحہ ۱۲۲۹

69۔مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، تجلیات نبوت، صفحہ ۲۵۱

70۔ایضاً، صفحہ ۲۵۵

71۔ابن ہشام، عبدالملک ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد دوم، صفحہ ۳۱۶

72۔الفتح:۴۸:۱۸

73۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد پنجم، صفحہ ۱۲۲۶

74۔مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ لاہور، ۲۰۰۲ء، صفحہ ۴۶۶،۴۶۵

75۔النصر:۱۱۰:۲،۱

76۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد پنجم، صفحہ ۱۴۴۴

77۔مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، تجلیات نبوت، صفحہ ۲۹۸

78۔ایضاً، صفحہ ۳۰۱،۳۰۰

79۔یوسف:۱۲:۹۲

80۔الاسراء:۱۷:۸۱

81۔مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، الرحیق المختوم، صفحہ ۵۵۰،۵۴۹

82۔مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، تجلیات نبوت، صفحہ ۳۰۹

83۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۵۴

84۔التوبہ:۹:۲۵

85۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۵۴

86۔التوبہ:۹:۲۶

87۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۵۴

88۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، جلد دوم، صفحہ ۱۱۶

89۔التوبہ:۹:۲۸

90۔ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد دوم، صفحہ ۴۵۵